حکمت تو اموال سے بہت بہتر ہے اور حکمت ہی ہے جو دراصل اموال کے حصول کا موجب بن جایا کرتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 / جنوری 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ
بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۸﴾
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ
مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۹﴾ ۖۙ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۷۰﴾ (البقرہ: 268 تا 270)

فرمایا:

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ البقرہ کی 268 تا 270 ویں آیات ہیں۔ ان آیات میں مالی قربانی کی طرف بہت ہی لطیف انداز میں اس طرح توجہ دلائی ہے کہ انسانی فطرت کی ایک کمزوری کو سامنے رکھ کر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا کی راہ میں جب خرچ کرنے ہوں تو اپنی اس کمزوری کو پیش نظر رکھنا اور خرچ کرتے وقت ٹھوکر نہ کھانا تمہیں علم ہونا چاہئے کہ تم جو بھی خرچ کرتے ہو کس مقصد سے کر رہے ہو، کس کے حضور پیش کر رہے ہو اور اس کے آداب کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا لازم ہے۔

یہ مضمون اس طرح بیان فرمایا کہ دیکھو جب تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوتو اے ایمان والو! طیبات میں سے خرچ کیا کرو مَاكَسَبْتُمْ جو کچھ بھی تم کماتے ہوان میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو کیونکہ جب ایک دوسرے کو تم تحائف پیش کرتے ہو تو جتنا کسی سے زیادہ تعلق ہو، جتنا کسی کی عزت ہو، جتنا کسی کا احترام ہو اسی قدر تحفہ چنتے وقت انسان اپنی ملکیت میں سے بہترین چنتا ہے۔ اگر باغوں والا ہے تو پھل وہ چنے گا جو چوٹی کا پھل ہے اور تاجروں کی طرح نہیں کرتا کہ گندہ پھل شامل کر کے تو اوپر دو چار پھل رکھ دیئے تا کہ اچھی چیز قبول ہو جائے، قیمت مل جائے خواہ بعد میں پتا چلے کہ یہ تو نہایت ہی گندی اور غلیظ چیز تھی جس کا سودا کیا گیا ہے تو اللہ سے تو دھوکہ ہو نہیں سکتا لیکن دنیا میں بھی انسان اپنی محبتوں اور تعلقات کی قدر کرتا ہے اور اپنے پیاروں سے دھوکے نہیں کیا کرتا۔ تاجر دھوکے کرتا ہے، محبت کے ساتھ پیش کرنے والا دھوکہ نہیں کرتا تو فرمایا تمہارا تو میرے ساتھ ایک محبت کا سودا ہے اور دوسرے یہ کہ ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اس لئے جب ہم نے دیا ہے تو پھر اگر تم گندی چیز دو گے تو تمہارا بہت گہرا نقصان ہو گا ایک تو یہ کہ تحفہ نامقبول، دوسرے تم یہ ہمیں نمونہ دکھا رہے ہو گے کہ ہم تو گندی چیزیں دیا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی پھر گندی ملنی چاہئے اور احسان فراموش کو تو حقیقت میں کچھ بھی نہیں ملا کرتا۔ تو خدا نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے تو نہیں مانگا خدا نے تو ہماری ضرورتیں پوری کرنے کے لئے مانگا ہے اور یہ ضرورتیں دو طرح سے پوری ہوتی ہیں۔ اول تزکیہ نفس، دوسرے احسان کا بدلہ اتارنے کی جو تمنا ہے وہ کچھ نہ کچھ پوری ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات عید پر بچے بھی ماں باپ کے لئے تحفے لے کر آتے ہیں حالانکہ سب کچھ وہی دیتے ہیں۔ انہی سے وظیفے ملتے ہیں، انہی سے ماہانہ اخراجات عطا ہوتے ہیں، انہی کا کھانا کھاتے ہیں، انہی کے گھر میں رہتے ہیں مگر جب وہ عید یا کسی اور ایسے موقع پر تحفہ پیش کرتے ہیں تو ماں باپ کا دل خوشیوں سے اچھلنے لگتا ہے۔ اس تحفے کو جو پیار اور محبت سے سجا کر پیش کرتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں جیسے ان کو ایک دنیا جہان کی نعمت مل گئی ہو تو یہ محبت کے سلسلے اور ہیں، ان کا نظام اور ہے، ان کے قوانین مختلف ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے جب ہم تجھ سے مانگتے ہیں تو ایک پیار کا اظہار ہے تا کہ تمہیں بھی محبت کے سلیقے آئیں تا کہ تمہاری بھی یہ خواہش پوری ہو کہ جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہے کبھی ہم بھی تو اسے کچھ دیں۔ اگر خدا نے یہ نظام نہ قائم کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ انسان

اس تمنا کو جو اس کی فطرت میں گھول دی گئی ہے کبھی کسی پہلو سے بھی پوری کرسکتا۔ مگر ماں باپ کے تعلق میں جب انسان یہ کر دیتا ہے اور لذت و خوشی محسوس کرتا ہے تو خدا کے تعلق میں بھی اگر ایسا رشتہ نہ ہو اور ایسی خوشی انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو انفاق فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضائع ہو جائے گا، خدا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس مضمون کو یوں اس مثال کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین چیز پیش کیا کرو۔ وَمِمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ اور اس میں سے جو زمین میں سے ہم نے تمہارے لئے اگایا ہے۔

اب اس کے علاوہ دوسری آیات میں اور اس آیت کی طرز بیان میں ایک تھوڑا سا فرق رکھ دیا گیا ہے جو ابتدائی آیت ہے، جس میں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ (البقرہ:4) جو کچھ ہم انہیں عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ دیتے ہیں اور یہاں فرمایا ہے مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ جو تم کماتے ہو اس میں سے بہترین دو۔ یہ اس لئے کہ انسان کے ضمیر کی پیاس بجھے، اس کو وقتی طور پر یہ خیال آئے کہ جو میں نے کمایا ہے اس میں سے دے رہا ہوں۔ مگر اس جاہلانہ خیال کی نفی کرنے کے لئے کہ جو تم نے کمایا ہے گویا تم ہی گھر سے لے کر آئے ہو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ زمین اگاتی ہے وہ ہم ہی تو اگاتے ہیں عطا کا آغاز ہم سے ہے مگر پھر بھی تم نے محنت میں حصہ لیا ہے، محنت کر کے اس میں حصہ ڈال لیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی محنت سمجھو اور اپنی محنت میں سے جو بہتر حصہ ہے وہ ہمارے حضور تحفے کے طور پر پیش کرو اور یہ نہ کرنا وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ جو پلید چیز ہے جو خبیث اور گندی چیز ہے ہمارے نام پر وہ نہ نکالا کرنا کیونکہ وہ نکالو گے تو تمہارا خبثِ باطن ہی نکلے گا اور کوئی خبیث اور پلید چیز خدا کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ چٹی بھی ہے تو ذلیل قسم کی چٹی پڑ گئی ہے تم پر اور اللہ کو ایسی قربانیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور پہچان یہ رکھ دی کہ وہ چیزیں خدا کو مقبول نہیں ہیں جو تم اگر وصول کرو تُنۡفِقُوۡنَ جب تم خرچ کرتے ہو تو اگر وہ چیزیں تمہیں عطا ہوں تو تمہاری آنکھیں شرم سے جھک جائیں وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ وہ چیزیں پلید نہ پیش کرو جو تم دیتے ہو خرچ کے طور پر وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ لیکن جب لینا پڑے تو ایسی پلید چیز قبول نہیں کرتے اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ سوائے اس کے کہ نظریں جھکا کر، شرم پیتے ہوئے، بے چینی کے ساتھ ایک مجبوری کے طور پر قبول کرلو لیکن باوجود اس کے سخت خفت محسوس کر رہے ہوتے

ہو۔ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ اور جان لو کہ اللہ تو غنی ہے اور قابل تعریف ہے۔ غنی ہونے کے لحاظ سے اس کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حمید ہونے کے لحاظ سے اس کو خبیث چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔ جو گندی چیز کسی کو دے گا، جو صاحب حمد ہے اس کو گند تو نہیں پہنچ سکتا۔ ناممکن ہے۔ اس کو وہی چیز ملے گی جو قابل حمد ہو، تعریف کے لائق ہو۔ تو تمہارا تعلق خدا سے کٹ جائے گا بجائے اس کے کہ خدا سے تمہارا تعلق قائم ہو۔

اس کے بعد ایک اور بڑا لطیف مضمون بیان فرمایا کہ تم جب ہاتھ روکتے ہو اچھی چیزیں پیش کرنے سے تو اس کے پیچھے کوئی بات ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان تمہیں ایسے رستے پر ڈال رہا ہے جس رستے پر پڑ کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تم محروم ہوتے چلے جاؤ گے اور پھر بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہیں ہوسکیں گی۔ تمہارے نفس کی پیاس کبھی بجھ نہیں سکے گی اور تم بد سے بدتر حال میں مبتلا ہوتے چلے جاؤ گے۔ اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ خدا کی راہ میں جو کنجوسی کرنے والے ہیں ان کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ شیطان انہیں فقر سے ڈراتا ہے کہ تم غریب ہو جاؤ گے، فقیر بن جاؤ گے۔ جو کچھ آتا ہے تم دیتے چلے جاتے ہو، تمہارے پاس کیا رہے گا، تمہاری تجارتیں کیسے چلیں گی، بیوی بچوں کے حقوق کیسے پورے کرو گے، روزمرہ زندگی میں جو تم نے ایک عزت بنائی ہوئی ہے اس کے تقاضے کیسے پورے کرو گے تو فقر سے ڈراتا ہے اور جو ڈرنے والا ہے وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ شیطان نے کب دیا تھا جو اس کے تصرفات کے متعلق ہمیں نصیحتیں کر رہا ہے، دیا تو خدا نے تھا اور جس کو ہم دے رہے ہیں وہی ہے جس نے ہمیں دیا تھا تو یہ فقر کا سودا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ عطا کرنے والا لے اور اس طرح لے کہ اس کو غریب اور فقیر اور منگتا بنا کے چھوڑ دے۔ اگر یہ تھا تو پھر دینے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تو ایک ایسی ناممکن بات ہے جو کسی صورت میں بھی عقل میں آ نہیں سکتی لیکن پھر بھی ڈر جاتے ہو، تم بڑے بے وقوف ہو۔ شیطان جس کا کوئی تعلق بھی نہیں تمہارے رزق سے ہاں بعض صورتوں میں تعلق تم خود بنا لیتے ہو جب ناجائز رزق کماتے ہو تو پھر شیطان کا تم پر دخل ہوتا ہے مگر اللہ نے یہاں ناجائز رزق کی بات ہی نہیں شروع کی۔

فرمایا ہے جو تم کماتے ہو طیبات میں سے تو یہاں اس گروہ کی بات ہو رہی ہے جو ناجائز نہیں کما رہے۔ جو ناجائز کمانے والے ہیں ان سے تو اللہ مانگتا ہی نہیں کبھی۔ کب خدا نے کہا ہے کہ اپنی

حرام کی کمائیوں میں سے مجھے پیش کرو۔ وہ مضمون بحث میں شامل ہی نہیں۔ پس جن کو خدا نے دیا ہے شیطان نے نہیں دیا وہ بڑے بے وقوف ہوں گے اگر شیطان کے ڈرانے سے ڈر جائیں اور خدا کی راہ میں جس نے ان کو عطا فرمایا ہے خرچ کرنے سے پیچھے ہٹ جائیں اور شیطان اس کے ساتھ کیا کہتا ہے۔ یہ بہت ہی گہرا نفسیاتی مضمون ہے کہ فقر سے ڈراتا ہے لیکن فحشاء کا حکم دیتا ہے اور فحشاء وہ زندگی ہے جس میں انسان کو بے حد خرچ کرنا پڑتا ہے اور شیطان کا جھوٹا ہونا اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تمہیں فقر سے ڈراتے ہوئے ایسی باتوں کے شوق لگا دیتا ہے، ایسی تمناؤں کو بھڑکا دیتا ہے جو بہت مہنگی ہوتی ہیں اور تمہاری زندگی کی عام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس سے زیادہ خرچ کرو تب بھی تمہاری وہ خواہشیں جو فحشاء سے تعلق رکھتی ہیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ تو شیطان کی دھوکہ بازی اور اس انسان کی جو اس دھوکے میں آئے ان کی عقل کا پورا پول کھل جاتا ہے اس سے۔ اگر وہ تمہارا پیسہ بڑھانا چاہتا ہے تو فحشاء کی طرف کیوں لگاتا ہے تمہیں، کیوں کہتا ہے کہ بہت مہنگی کاریں خریدو تو پھر تمہیں تسکین ملے گی۔ کیوں کہتا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عیاشی کے سامان مہیا کرو یا حاصل کرو تب تمہیں صحیح زندگی کا سکون ملے گا اور ایک دوسرے سے دکھاوے میں آگے بڑھو ایسے اخراجات کرو جس سے تمہاری ظاہری طور پر قوم میں یا برادری میں ناک قائم رہ جائے اور اندر سے سب کچھ کٹ جائے اور سب کچھ ختم ہو جائے۔ یہ تعلیم جو فحشاء کی تعلیم ہے یہ ثابت کر رہی ہے کہ شیطان کو تمہارے اموال میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تمہارے حق میں کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ تمہارا دشمن ہے اور دشمنوں والے وساوس میں تمہیں مبتلا کر دیتا ہے۔

اللہ اس کے مقابل پر کیا کہتا ہے شیطان تمہیں فقر کا اور فحشاء کا حکم دیتا ہے اور اللہ فرماتا ہے يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت کے وعدے کرتا ہے۔ پس انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق ایک مغفرت سے بھی ہے اور یہ بہت ہی اہم تعلق ہے جس کو آخر پر بیان فرمایا ہے۔ وہ پہلے تعلقات جو میں نے بیان کئے ہیں قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ان پر یہ مستزاد ہے کہ یاد رکھو وہ تمہیں چیزیں تو ملیں گی ہی مگر تم اتنے گناہ گار ہو کہ اگر محض نیکیوں اور گناہوں کا آپس میں حساب تکڑی کے تول کیا جائے تو تمہاری بخشش کے سامان بہت مشکل ہیں اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر باقاعدہ ناپ تول کر حساب ہو کہ نیکیاں کتنی ہوئیں اور بدیاں کتنی تو بھاری اکثریت انسان کی

ایسی ہے جن کے بدیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے اور نیکیوں کے کم ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَّغۡفِرَۃً مِّنۡہُ وَ فَضۡلًا ان دونوں کا گہرا تعلق ہے۔ فرمایا مغفرت کے ذریعے تو ہم تمہارے بوجھ کم کر دیں گے جو بدیوں کے بوجھ ہیں وہ شمار میں نہیں لائیں گے اور فضل کے ذریعے نیکیوں کا پلڑا بھاری کر دیں گے۔ پس دونوں طرف انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ عجیب طریقے سے پہنچے گا کہ گناہوں کا پلڑا تو ہلکا ہوتا چلا جا رہا ہے اور نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا چلا جا رہا ہے اور باقی سب چیزیں اس کے علاوہ ہیں جو پہلے نصیب ہو گئیں۔

اور فضل کا دوسرا معنی ہے کہ اموال میں برکت دے گا کیونکہ لفظ ''فضل'' قرآن کریم میں اموال کی برکت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ واضح طور پر جا بجا اس کو دنیاوی نعمتوں کے لئے بھی استعمال فرمایا گیا ہے تو دوہرا فائدہ بھی نکل آتا ہے کہ تمہارے اموال بڑھیں گے کم نہیں ہوں گے شیطان جھوٹ بول رہا ہے فقر نہیں ہوگا اور شیطان فحشاء کی طرف بلاتا ہے جس سے گناہوں کے پلڑے بھاری ہوتے چلے جائیں گے۔ ہم مغفرت کی طرف بلا رہے ہیں جس سے تمہارے کئے ہوئے گناہ بھی کالعدم ہونے شروع ہو جائیں گے۔ وہ فقر سے ڈراتا ہے ہم فضل کے وعدے کرتے ہیں اور ہم اپنے وعدوں میں سچے ہیں شیطان اپنے وعدوں میں جھوٹا ہے۔ اس صفائی، اس لطافت کے ساتھ، اس تفصیل سے دنیا کی کسی کتاب میں آپ کو انفاق کا مضمون دکھائی نہیں دے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون قرآن کریم میں مختلف جگہ بیان ہوا ہے ہر جگہ ایک عجب انفرادی حسن کے ساتھ بیان ہوا ہے جو دوسری باتوں کے علاوہ کچھ مزید حکمت کی باتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کو دیکھیں، اس کو غور سے پڑھیں، غور سے سنیں اور سمجھیں تو کتنا حسین نظارہ ہے اس تعلیم کا۔ دنیا کی کوئی تعلیم اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

پھر فرماتا ہے یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ دیکھو خدا کیسی کیسی حکمتیں عطا فرما رہا ہے جس کو چاہتا ہے وہ حکمت عطا کر دیتا ہے اور فرمایا حکمت تو اموال سے بہت بہتر ہے اور حکمت ہی ہے جو دراصل اموال کے حصول کا موجب بن جایا کرتی ہے۔ وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا اگر اموال کے بدلے صرف حکمت ہی کسی کو عطا کر دی جائے تو اسے بہت بڑا مال عطا ہو گیا اور اموال بھی بڑھائے جائیں اور پھر حکمت بھی بڑھا دی جائے تو بہت بڑی دولت ہے جو

نصیب ہوگئی اور حکمت کی باتیں ہیں ساری جو آپ نے سنی ہیں اور حکمت کے متعلق ایک واضح حقیقت ہے جو آج کے زمانے میں خوب کھل گئی ہے کہ جن کے پاس حکمت ہے وہ امیر ہیں جن کے پاس حکمت نہیں وہ غریب ہیں۔ ساری قومیں جو آج دنیا کے اموال پر قابض ہوئی ہیں اپنی حکمت کے ذریعے قابض ہوئی ہیں انہوں نے اسرارِ علوم کو سیکھا ہے۔ وہ علوم کے پردے میں جو راز تھے ان کو دریافت کرنے والے لوگ ہیں اور اس کے نتیجے میں تمام دولتوں نے اپنے خزانوں کے دروازے ان پر کھول دئے ہیں اور جو بے چاری قومیں حکمت سے عاری ہیں جاہل قومیں ہیں ان کو اموال بھی نصیب نہیں ہوئے، جو تھا وہ بھی امیر قومیں لوٹ کر لے گئیں۔

تو قرآنی تعلیم حکمت کے خزانوں سے بھری پڑی ہے۔ فرمایا: وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا۔ جو بھی تم میں سے حکمت عطا کیا جائے گا اسے گویا بہت مال و دولت نصیب ہوا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ لیکن عقل والوں کے سوا سیکھتا کون ہے۔ مصیبت تو یہ ہے۔ اتنی باتیں کھول کر بیان ہوئیں ہیں پھر بھی جب خرچ کے وقت آئیں گے تمہاری مٹھیاں بند ہی ہو جاتی ہیں جن کو کنجوسی کی عادت ہے پھر تمہیں حوصلہ نہیں پڑے گا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ اہل عقل کے سوا کون ہے جو نصیحت پکڑتا ہے جو ان نصیحت کی باتوں سے استفادے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ جو مضمون ہے آگے آیتوں میں بھی یہ چل رہا ہے لیکن میں آج صرف ان دو آیتوں پر اکتفا کرتے ہوئے وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

وقف جدید کا 1995ء میں چالیسواں سال غروب ہو رہا ہے اور 1996ء میں اکتالیسواں سال طلوع ہو رہا ہے۔ سال 1994ء انتالیسواں سال تھا، سال 1995ء چالیسواں اور اب جس سال میں ہم داخل ہو چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا اکتالیسواں سال ہے اور جماعت احمدیہ بحیثیت مجموعی جو خدا کی راہ میں خرچ کر رہی ہے اور جس انداز سے خرچ کر رہی ہے اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی یہ ایک ایسی دلیل ہے جو سورج کی طرح روشن ہے۔ دن کو سورج بن کر چمکتی ہے تو رات کو چاند بن کے نور برساتی ہے۔ دن رات جماعت احمدیہ جو خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کر رہی ہے ان کے اندر ایسا نور ہے کہ اس کی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کوئی ہے تو جماعت لا کے دکھائے۔ ہم نے تو ایسے دیکھے ہیں جو دین کے

نام پر جمعیتیں بھی بناتے ہیں، خدمتیں بھی کرتے ہیں مگر اس وقت تک جب تک کوئی پیسہ عطا کرنے والا ہاتھ ان کو عطا کرتا رہے۔ کسی حکومت نے امداد بند کر دی تو ان کی خدمتیں بھی وہیں ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ جماعت جو خدا کے نام پر بنی نوع انسان کی خدمت بھی کر رہی ہو اور مذہب کی خدمت بھی کر رہی ہو یعنی دینی، روحانی اقدار کی بھی، ایک ہی ہے کل عالم میں جو جماعت احمدیہ ہے جو یہ سب کچھ کرتی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کرتی ہے۔ کوئی غیر ہاتھ اس کو عطا نہیں کر رہا، ہاں اللہ کا ہاتھ ہے جو عطا فرماتا ہے۔

اور یہ بات کہ خدا کی خاطر کرتے ہیں طیبات دیتے ہیں، جو کمایا وہ خدا کی عطا سمجھتے ہوئے اس کے حضور عاجزانہ طور پر پیش کرتے ہیں اور اس میں لذت محسوس کرتے ہیں یہ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ ہر سال قربانی والا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ وہ شخص جس کو قربانی کرتے ہوئے تکلیف محسوس ہو وہ دو چار سال چلے گا اس کے بعد تھک کے رہ جائے گا۔ کہے گا بس کافی ہوگئی، جو دینا تھا دے دیا، اب نہ ہمارے دروازے کھٹکھٹائے جائیں اور جن کو یعنی جماعت احمدیہ کے جن مخلصین کو خدا کی راہ میں قربانی کی عادت ہے اگر سیکرٹری مال ان کے دروازے کھٹکھٹانا چھوڑ دے تو وہ جا جا کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا بات ہوگئی تم ہم سے چندہ لینے نہیں آئے اور دیکھو اگر اس طرح سستی کی تو پھر ہو سکتا ہے کہ ہم سے غفلت ہو جائے اور پھر یہ روپیہ کہیں اور خرچ ہو جائے اور جوان سے بھی آگے سبقت لے جانے والے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ روپیہ جو خدا کے لئے وقف کیا ہے کسی اور جگہ خرچ ہو جائے گا وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ روپیہ جو ہم نے فلاں غرض کے لئے رکھا ہوا تھا کیوں نہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں کیونکہ پھر توفیق ملے نہ ملے اور ایسے واقعات بڑی کثرت سے ہر سال ہوتے ہیں اور بڑی کثرت سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ جو فضل کی صورت میں ان معنوں میں ہے کہ ہم بڑھانے والے ہیں یہ بھی پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایسے حیرت انگیز واقعات آئے دن میرے سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک آدمی نے وعدہ کیا ہے معین طور پر وعدہ کرتے وقت پوری طرح دل کو اطمینان نہیں ہے کہ میں پورا بھی کر سکوں گا مگر اخلاص تھا، ہمت تھی وہ وعدہ کر دیا اور پھر دعا کی کہ اللہ اسے پورا کرنے کے سامان فرمائے۔ پھر جس طرح غیب سے وہ سامان پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات بعینہٖ اتنی رقم اچانک

ملتی ہے جو وعدہ کی گئی تھی یعنی اگر کسی نے 7572 روپے کا وعدہ کیا تھا تو خدا تعالیٰ یقین دلانے کی خاطر کہ یہ میں نے خصوصیت سے تمہارے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے اس لئے دی ہے کہ تم اپنا تحفہ مجھے پیش کرسکو اور جو رقم ملتی ہے 7572 روپے ہی ہوتی ہے۔اب یہ جو واقعات ہیں یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک زندہ اور جاری وساری حقیقت بن چکے ہیں یہ کوئی ماضی کے قصے نہیں ہیں۔جیسے کل تھے ویسے آج بھی ہیں، جیسے آج ہیں ویسے کل بھی ہوں گے اور یہ نشان صداقت اور عظمت کا نشان سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا میں اور کسی جماعت کو عطا نہیں ہوا۔ پھر وہ لطف ایسا محسوس کرتے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ وہ ہر سال ہر آنے والے وقت میں قربانی میں پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔صاف ثابت ہے کہ وہ محبت ہی کے نتیجے میں خرچ کررہے ہیں چٹی والے تو ایسا نہیں کیا کرتے۔

کل جو ''لقاء مع العرب'' کا پروگرام تھا اس میں منیر عودہ صاحب نے مجھ سے ایک سوال کیا کہ نئے سال کی باتیں ہورہی ہیں پرانا سال جارہا ہے،لوگ خوشیاں منارہے ہیں۔جماعت احمدیہ کا کیا مؤقف ہے۔اس میں جو میں نے تفصیل سے ان کو مؤقف سمجھایا کل ایک یہ بات بھی ان کو سمجھائی کہ جماعت احمدیہ کا ہر آنے والا سال گزرے ہوئے سال سے لازماً بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ پر کوئی ایسا سال طلوع کرے جو پچھلے سالوں سے کسی طرح نیکیوں میں پیچھے رہ جائے وہ ضرور آگے بڑھتا ہے اور اس کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے براہ راست ہے کیونکہ آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے اور وہ وعدہ ہر اس شخص کے حق میں اور اس جماعت کے حق میں لازماً پورا ہوگا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنا ذاتی تعلق پختہ کر لیتا ہے یا کر لیتی ہے۔وہ وعدہ ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ:5) تیرے لئے یہ قانون ہے جو اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں، تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گذرے ہوئے لمحے سے بہتر ہوگا۔اس کے باوجود آپؐ کی زندگی میں ابتلاء بھی آئے، کئی قسم کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے، جسمانی آزار بھی پہنچائے گئے مگر یہ وعدہ پھر بھی پورا ہوتا رہا۔کوئی ایذا رسانی، کوئی رستے کی روک آپؐ کے اور آپؐ کی جماعت کے قدم آگے بڑھنے سے روک نہیں سکی۔پس یہ مراد نہیں ہے کہ وقتی تکلیفیں نہیں آئیں گی۔مراد یہ ہے کہ دشمن جو چاہے کر لے ناممکن ہے کہ تیرے آنے والے لمحات کو گزرے ہوئے لمحات سے بدتر کر کے دکھادے وہ لازماً زیادہ شان سے چمکیں گے، لازماً ان کو زیادہ رفعتیں عطا ہوں گی۔

پس جماعت احمدیہ، میں نے ان سے مختصراً یہ کہا ویسے تو تفصیل سے مضمون بیان کر رہا ہوں مگر اس وقت میں نے ان کو اس معاملے میں کہا کہ، اس بات کی ایک زندہ مثال موجود ہے اور یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ہمارا تعلق اس رسولؐ سے ہے جس کے حق میں یہ وعدہ فرمایا گیا تھا اور ہمارے حق میں وہ وعدہ پورا ہو رہا ہے اور دوسری جماعتوں کے حق میں نہیں ہو رہا۔ اس لئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کا رسولؐ سے تعلق ہے کس کا نہیں ہے۔ جب وہ وعدے پورے کرتا ہے تو کھول دیتا ہے اس بات کو کہ جن کا تعلق ہے وہ کوئی لکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان لوگوں میں وہ وعدے پورے ہوتے دیکھو گے جو میں نے اپنے پیارے رسولؐ سے کئے تھے۔ پس جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں ایک حیرت انگیز صداقت کا نشان ہیں اور اخلاص کے بغیر اور محبت کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے لوگ لاکھ طعنے دیں کہ جی یہ تو چندے کی باتیں کرتے ہیں لیکن آپ اس حقیقت پر پوری طرح قائم رہیں۔ آپ کی سچائی کا قدم ٹلنا نہیں چاہئے اس حقیقت سے کہ آپ جو خدا کی راہ میں پیش کرتے ہیں وہ چٹی نہیں ہے، وہ محبت کے رشتے ہیں، محبت کے اطوار ہیں جو ازخود آپ کو خدمت دین پر یعنی مالی خدمت پر مجبور کرتے چلے جاتے ہیں کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہے، ہاں نفس کی اپنی ایک تمنا ہے کہ وہ جس نے سب کچھ دیا ہے ہم بھی تو اس کی راہ میں کوئی تحفہ پیش کریں جسے وہ قبول کرے اور ہماری ادنیٰ پیش کش کے مقابلے پر محبت کا سودا ہو اس کے پیار کی نظریں ہم پر پڑنے لگیں۔

اس پہلو سے وقف جدید بھی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ جو ہر قسم کے چندے پیش کر رہی ہے ان میں جب وقف جدید کا اضافہ کیا گیا تو دوسرے چندوں میں کمی نہیں آئی۔ یہ چندہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ یہ عجیب سی چیز ہے کہ جتنا مرضی بوجھ ڈال دو اور بوجھ ڈالو تو رفتار اور بھی تیز ہو جاتی ہے، کم نہیں ہوتی کسی قیمت پر اور اگر بوجھ والی سواریاں ہیں تو جتنی سواریاں بعد میں داخل ہوتی ہیں وہ بھی تیز رفتار اسی طرح اسی شان کے ساتھ آگے بڑھنے والی ہیں۔ جس پہلو سے بھی دیکھو یہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی علامتیں ہیں اور یہ اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک آپ کے اندر روحانیت زندہ رہے گی، جب تک آپ کے اندر خدا کا تعلق زندہ رہے گا جب تک آپ اپنے خرچ کو اس آیت کے اسلوب کے مطابق ڈھالیں گے جو ہمیں بتاتی ہے کہ تم نے پیار اور محبت کے نتیجے میں خدا کے حضور پیش کرنا ہے اور ڈرنا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر ایسے فضل نازل فرمائے گا کہ تم خود اس کے

نتیجے میں حیرت زدہ رہ جاؤ گے۔

ہر سال جماعت کی مالی قربانیوں میں اضافہ جہاں ایک طرف اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ اخلاص میں آگے بڑھ رہی ہے وہاں اس بات پر بھی گواہ ہے کہ خدا اپنے وعدے پورے کرتا چلا آرہا ہے اور اتنی قربانیوں کے باوجود جماعت غریب نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے بڑھ کر امیر ہوگئی ہے۔

اب اس پس منظر میں آپ کو وقف جدید کے بعض کوائف پڑھ کے سناتا ہوں۔ وقف جدید کا آغاز تو 1957ء کے آخر میں ہوا غالباً ستمبر میں یا اس کے لگ بھگ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بنیاد ڈالی۔ جو ابتدائی ممبر مقرر فرمائے تھے ان میں اس عاجز کے نام کے علاوہ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کا نام بھی تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کا نام بھی تھا جن کا ابھی چند دن ہوئے وصال ہوا ہے اور آج انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے گی اور حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کا نام بھی تھا۔ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کا نام بھی تھا اور بھی ایک دو نام تھے تو کل سات ممبران تھے جن سے اس تحریک کا آغاز ہوا اور ابتدائی وعدہ مجھے یاد ہے اس سال کا شاید ستر بہتّر (72) ہزار روپے تھا اور پھر جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ نے اسے ترقی عطا فرمانی شروع کی تو اب آج کے وقت تک پہنچتے پہنچتے بالکل کایا پلٹ چکی ہے۔ جو ابتدائی رقمیں تھیں وہ جو لاکھوں کی رقمیں تھیں کروڑوں میں بدل چکی ہیں، جو ہزاروں کی تھیں لاکھوں میں اور لاکھوں کی کروڑوں میں بدل چکی ہیں اور دنیا کی وہ قومیں بھی اب اس قربانی میں شامل ہوگئی ہیں جن کو پہلے وقف جدید کی قربانی میں شامل نہیں کیا جاتا تھا یعنی یورپ اور دیگر مغربی اقوام یعنی یورپ کی اور امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کی اقوام۔

تو اب میں مختصراً آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح محبت اور پیار سے جماعت احمدیہ وقف جدید کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کریں کہ 73 ممالک کی رپورٹس کے مطابق 1995ء کے سال میں جماعت احمدیہ کو تین کروڑ چار لاکھ پانچ ہزار وعدے پیش کرنے کی توفیق ملی تھی اور وصولی تین کروڑ اڑتالیس لاکھ چھیاسی ہزار ہوئی ہے۔ یعنی وعدے کم اور وصولی بہت زیادہ اور اس میں سب سے آگے امریکہ نے قدم رکھا ہے ماشاء اللہ۔ اس

کی جب میں تفصیل بیان کروں گا تو انگلستان والوں کے لئے کافی سوچ و بچار کے سامان ہیں اس میں ایک طرف آپ کا امریکہ سے مقابلہ ہے، دوسری طرف ہندوستان سے بھی ہے اور میں آپ کو وقت پر متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان دوڑ میں بہت پیچھے سے شروع ہوا اور آپ کے قریب قریب پہنچ چکا ہے۔ انٹرنیشنل کرنسی میں اگر اس کو تبدیل کر کے پیش کروں تو 5 لاکھ 77 ہزار 7 صد پاؤنڈ کے وعدے تھے یعنی آپ کی کرنسی، انگلستان کی کرنسی میں اگر ڈھالوں اس کو، اور اس کے مقابل پر وصولی خدا کے فضل سے چھ لاکھ ستر ہزار نو صد پاؤنڈ ہوئی۔ یہ وصولی کی جو خبریں ہیں یہ دراصل ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں کیونکہ وصولی بعد میں بھی ہوتی رہتی ہے۔ جب رپورٹیں آتی ہیں تو اس وقت تک جو رقمیں آچکی ہوتی ہیں سب رپورٹوں میں شامل نہیں ہوسکتیں کیونکہ حساب کتاب میں دفتری انتقالات میں وقت لگتے ہیں اور بعض لوگ اپنی وصولیاں سال ختم ہونے کے بعد بھی پچھلے سال کے حساب میں کرتے رہتے ہیں اور مرکز کو بھیجتے رہتے ہیں تو یہ جو خدا کے فضل سے حیرت انگیز وصولی کی رقمیں آپ نے سنی ہیں ان سے انشاءاللہ تعالیٰ زیادہ ہوگی کم نہیں ہوگی۔

اب میں بعض سالوں کے مقابلے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یعنی پچھلے دو سالوں کے مقابلے سال انتالیس میں یعنی 1994ء میں چار لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ کے وعدے تھے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار آٹھ سو چھیاسی کی تھی۔ تو یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے کہ وعدوں سے وصولی آگے بڑھ گئی ہے پچھلے دو سالوں کے موازنے میں بھی یہی ہوا تھا۔ سال 1994ء چار لاکھ بیاسی ہزار کے وعدے اور وصولی پانچ لاکھ چھبیس ہزار کی تھی۔ سال چالیس میں پانچ لاکھ ستتر ہزار سات سو نوے پاؤنڈ کے وعدے اور چھ لاکھ ستر ہزار نو سو تیرہ پاؤنڈ کی وصولی اور جہاں تک فی صد اضافے کا تعلق ہے گزشتہ دو سالوں کے موازنے میں اضافہ وعدوں سے بڑھ کر وصولی کی نسبت یہ تھی 19.86 فیصد اور یہ جو سال ابھی گزرا ہے اس کو پچھلے سال پر اپنے وعدوں اور وصولی کی جو نسبت بنی ہے۔ وہ 1995ء میں 27 فیصد وعدوں سے زیادہ وصولی ہوئی ہے۔ جبکہ گزشتہ سال 19.86 فی صد تھی۔

جہاں تک مجاہدین کی تعداد کا تعلق ہے اس لحاظ سے بھی خدا کے فضل سے یہ سال بہت بابرکت ہے۔ سال انتالیس میں ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر چندہ دہندگان نے وقف جدید

میں حصہ لیا تھا۔ایک لاکھ اکانوے ہزار تین سو چوہتر۔سال 1995ء میں دو لاکھ دس ہزار چھ سو بیالیس افراد نے، مخلصین نے وقف جدید کے چندے میں حصہ لیا۔

جہاں تک امریکہ کی غیر معمولی خدمات کا اور سبقت کے جوش کا تعلق ہے میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ امریکہ نے ایک فیصلہ کیا میں جب وہاں گیا تو ایم ایم احمد نے مجھ سے بات کی جو امیر ہیں امریکہ کے کہ ہم نے غور کیا آپس میں کہ جب بھی کسی ملک کے سبقت لے جانے کا ذکر ملتا ہے تو ہمارے دل میں بڑی ایک قسم کی بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں خوشی ہوتی ہے وہاں بے چینی بھی کہ کاش کسی مد میں تو ہماری سبقت کا بھی ذکر آئے تو بہت غور کے بعد ہم نے سمجھا کہ دوسرے بڑے بڑے چندوں میں تو ہم اپنی تعداد اور حالات کے لحاظ سے دنیا کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتے تو وقف جدید کے چندے کو اپنے لئے خاص مطمح نظر بنالیں اور یہ فیصلہ کریں کہ سارے مل کر وقف جدید میں بہر حال سب دنیا کی جماعتوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔اس وعدے کو وہ پھر سال بہ سال پورا کرتے رہے اور مسلسل ان کا قدم ترقی کی طرف بڑھا ہے۔چنانچہ آپ دیکھ لیجئے کہ اس وقت دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان کے سوا باقی سب جماعتوں سے امریکہ کی جماعت آگے بڑھ گئی ہے۔جو چندوں کے لحاظ سے بھی آگے بڑھ گئی ہے، وعدوں کے مقابل پر وصولی حاصل کرنے کی رفتار میں بھی آگے بڑھ گئی ہے اور تعداد چندہ دہندگان بڑھانے میں بھی آگے بڑھ گئی ہے۔

امریکہ کا 1995ء والے سال کا وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر تھا اور بڑی خوشی سے مجھے فون پر بتایا گیا ہے کہ ہم نے بڑی چھلانگ لگائی ہے اور اس دفعہ وعدہ ایک لاکھ ستر ہزار ڈالر کا ہے۔وصولی پتا ہے کتنی ہوئی ہے، دو لاکھ نوے ہزار ڈالر۔مجھے انہوں نے بتایا خود ان کو یقین نہیں آرہا تھا کہ عجیب بات ہے، اللہ کی شان کہ ہم ایک لاکھ ستر کو زیادہ سمجھ رہے تھے اور خدا نے ایسا ولولہ پیدا کر دیا ہے دلوں میں کہ وصولی کی جو آخری خبر موصول ہوئی ہے وہ دو لاکھ نوے ہزار ڈالر کی ہے اور چندہ دہندگان کے اعتبار سے بھی ماشاء اللہ گزشتہ سال کے مقابل پر (49) اُنچاس فی صد اضافہ ہوا ہے اور وہی اضافہ غالباً اس وصولی پر بھی اثر انداز ہوا ہے کیونکہ جن کو بعد میں انہوں نے چندہ دہندہ بنایا ہے ان کا پہلے وعدوں میں نام نہیں آیا ہوگا۔ظاہر بات ہے۔تو اس کی وجہ سے ان کی وصولی کی پھر رفتار خدا کے فضل سے یا وصولی کی نسبت خدا کے فضل سے بڑھ گئی۔

ویسے الحمدللہ کہ آج تک پاکستان کو یہ جھنڈا سب جھنڈوں سے بلند رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔تمام دنیا میں سب سے زیادہ وقف جدید کے میدان میں قربانی کرنے کی پاکستان کی جماعتوں کو توفیق ملی ہے۔ پیچھے سے بہت آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے امریکہ اب نمبر دو پر آ گیا ہے۔ پاکستان کے بعد ان کا نمبر دو ہے لیکن فرق اب تھوڑا رہ گیا ہے۔اس لئے بعید نہیں کہ اگلے سال یہ اپنی خواہش کے مطابق دنیا کی وقف جدید کی قربانی میں نمبر ایک جماعت بن جائیں، جرمنی سب چندوں میں اللہ کے فضل سے اچھا اور مخلص اور متوازن قربانیاں کرنے والا ہے۔وقف جدید میں جرمنی کی پوزیشن نمبر تین ہے اور اب آپ انتظار کر رہے ہوں گے کہ برطانیہ کی باری آجائے گی۔میں بھی یہاں رہتا ہوں آج کل لیکن افسوس کہ کینیڈا نے برطانیہ کو پیچھے چھوڑ دیا حالانکہ کینیڈا باقی چندوں کے لحاظ سے ان سے پیچھے ہے۔اس کی مالی استطاعت جماعت برطانیہ کی مالی استطاعت سے کم ہے مگر اس کو خدا نے توفیق بخش دی کہ کینیڈا کے بتیس ہزار پاؤنڈ کے مقابل پر برطانیہ کی طرف سے چھبیس ہزار پاؤنڈ پیش ہوئے ہیں اور خطرناک بات یہ ہے کہ انڈیا چھٹے نمبر پر آ کر اکیس ہزار نو سو تریسٹھ پاؤنڈ کی قربانی پیش کر رہا ہے جب کہ اس سے پہلے چند ہزار سے زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔اب ہندوستان اور برطانیہ کے اقتصادی حالات کا موازنہ بھی کریں اور احمدیوں کی تعداد کا بھی موازنہ کریں اور پھر ان کو ملا کر دیکھیں تو پھر صحیح تصویر سامنے آئے گی۔تعداد کے لحاظ سے اس وقت ہندوستان کی تعداد جو میں نے اندازہ لگایا ہے وہ تقریباً سات گنا زیادہ ہے۔یعنی اگر ایک احمدی یہاں ہے تو سات احمدی وہاں ہیں اور جو بہت سے نومبائعین اب آرہے ہیں ان کو میں شمار نہیں کر رہا کیونکہ ابھی ہم نے ان کو سنبھالا نہیں ہے۔ پچاس ہزار جو گزشتہ سال آئے تھے ان کو تو فوراً اس میدان میں نہیں جھونک سکتے کیونکہ ان کی تربیت پہ ابھی کچھ وقت لگے گا۔وہ احمدی جو مستحکم ہو چکے ہیں ان میں سے اکثر چندہ دہندگان نکلے ہیں جو پرانے احمدی تھے اور اس طرح نسبت ایک اور سات کی ہے۔یعنی ان کو عددی فوقیت آپ پر سات گنا کی ہے لیکن اقتصادی نقطہ نگاہ سے اگر دیکھیں تو آپ کو ان کے مقابل پر فی آدمی بارہ گنا زیادہ آمد ہوتی ہے اور یہ ایک محفوظ اندازہ لگایا گیا ہے جو یونائیٹڈ نیشنز کے چھپے ہوئے اعداد و شمار سے نکالا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے رفیق چانن صاحب نے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہیں مجھے یہ رسالہ بھیجا جو تازہ چھپ کے آیا تھا اور کہا کہ آپ نے چندوں کے موازنے کرنے ہوتے ہیں تو اس پہلو کو

بھی مدنظر رکھ لیا کریں کہ کسی قوم میں مالی استطاعت کیا ہے اور اقتصادی حالت کیسی ہے۔ تو جواب تو ان کو یہی دیا تھا یا ابھی لکھوانا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ باتیں تو ہم اقتصادی جائزوں کے طور پر پیش کر ہی نہیں رہے۔ یہ تو ذریعے ہیں ایک دوسرے سے مقابلہ پیدا کرنے کے، فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرہ:149) کے بہانے ملتے ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ باتیں کام کر بھی رہی ہیں۔ اگر میں اقتصادی گہرائیوں میں اتر کر یہ موازنے شروع کردوں کہ دراصل کیا بات ہے، اصل میں کون آگے ہے تو یہ سارا لطف بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا اور ان باتوں کی اکثر سمجھ بھی نہیں کسی کو آنی تو اس لئے مجھے چلنے دیں اسی طریقے سے۔ جماعت کو ضرورت ہے اچھی باتوں کی تحریص کی اور تحریک اسی غرض سے کی جاتی ہے اس لئے آپ اپنے نقطہ نظر سے جو مرضی سمجھیں مگر جس انداز سے مجھے خدا کے فضل سے جماعت کے دلوں میں ایک ہلچل پیدا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے وہی میرا مقصد ہے اور وہ پورا ہو رہا ہے مگر بہرحال انہوں نے چونکہ بھیجا تھا اس لئے میں نے کہا استعمال ضرور کرنا ہے کیونکہ ان کا پہلا وار ہے وہ خالی نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے اس کو استعمال کیا۔ اب اسی کی رو سے میں آپ کو یہ موازنہ بتا رہا ہوں کہ ہندوستان کی مالی استطاعت اگر دہلی کا لندن سے مقابلہ کیا جائے تو ایک اور بارہ کی نسبت ہے۔ ہندوستان اگر ایک روپیہ کماتا ہے تو انگلستان بارہ روپے کماتا ہے۔ تعداد دیکھی جائے تو آپ کے چندہ دہندگان کے مقابل پر ان کی تعداد سات گنا ہے اور اس پہلو سے اس موازنے کے بعد آپ کو ان سے بہت زیادہ آگے ہونا چاہئے لیکن وہ آپ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور بعید نہیں کہ اگلے سال یا اس سے اگلے سال آپ کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ اس لئے پتا نہیں میں نے یہ کہہ کر آپ کے دلوں کو ہلایا ہے یا آپ الحمد للہ کر کے بیٹھ گئے ہیں کہ چلو اچھا ہوا ہمارے بھائی کو فوقیت مل گئی۔ جہاں مقابلے ہوں وہاں بھائی نہیں دیکھے جاتے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ بھائی بھائی بنا دیا ہے تمہیں لیکن مقابلہ پھر بھی کروانا ہے اور وہ مقابلہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ہم نے یہ مطمح نظر بنا دیا ہے کہ نیکیوں میں ضرور ایک دوسرے سے آگے بڑھو گے۔ اس لئے جب نیکیوں میں مقابلہ ہو پھر بھائی بھائی نہیں دیکھنا پھر ضرور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔

سوئٹزرلینڈ کا نمبر سات ہے اور سوئٹزرلینڈ اس پہلو سے مالی اقتصادی حیثیت کے لحاظ سے

دنیا کی سب سے اونچی قوموں میں سے ہے۔ جو یونا ئیٹڈ نیشنز کی طرف سے چارٹ چھپتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے، وہ کہتے ہیں فرض کرو سوئٹزرلینڈ سو ہے تو امریکہ کتنا ہے، انگلستان کتنا ہے یا وہ شہروں کے موازنے کر کے بتاتے ہیں کہ اگر زیورچ اتنا ہے تو لندن کتنا ہے اور کوپن ہیگن کتنا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس پہلو سے جو میں موازنہ بتا رہا ہوں سوئٹزرلینڈ کو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں اقتصادی برتری اگر سب ملکوں پر نہیں تو اکثر ممالک پر حاصل ہے اس لئے ان کا آگے آنا خوشی کی بات تو ہے مگر اتنی تعجب کی بات نہیں۔

انڈونیشیا بھی مالی قربانیوں میں ترقی کر رہا ہے اس کا نمبر آٹھواں ہے۔ بیلجیئم کا نواں نمبر ہے اور جاپان کا دسواں نمبر ہے۔ بعض دوسرے چندوں میں جاپان آگے نکل جاتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے کبھی اس دوڑ میں کوئی کبھی دوسری دوڑ میں کوئی اور تو اس پہ کچھ پژمردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوشش کرتے رہیں خدا جب جس کو توفیق دے اسی کو کامیابی نصیب ہوگی۔ فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہے اگر سوئٹزرلینڈ کے یونائیٹڈ نیشنز کے چارٹ کی طرح سو نمبر مقرر کیے جائیں تو دوسرے نمبر پر امریکہ آتا ہے اس کے تہتر نمبر بنیں گے تیسرے نمبر پر بیلجیئم آتا ہے جس کے اکسٹھ نمبر بنیں گے، چوتھے نمبر پر کوریا ہے جس کے انتیس نمبر اور جاپان کو پانچویں نمبر پر یہاں رکھا ہوا ہے لیکن دنیا میں وہ سوئٹزرلینڈ کے بعد نمبر دو ہے Per Capita Income کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ کے اگر سو نمبر ہیں تو جاپان کے چھیاسی نمبر یونائیٹڈ نیشنز نے مقرر کئے ہیں یہاں Per Capita Income سے مراد تجارتی انکم مراد نہیں ہے بلکہ Wages یعنی ایک آدمی جب نوکری کرتا ہے تو اس کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کے اعداد و شمار سے یونائیٹڈ نیشنز نے یہ موازنہ شائع کیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں سب ملازموں کی اگر اوسط نکالی جائے تو ملازم پیشہ کو اگر سو پاؤنڈ ملتے ہیں تو جاپان کے ملازم کو پیشہ کو چھیاسی ملتے ہیں۔ پس اس پہلو سے سوئٹزرلینڈ کی جماعت کا نمبر ایک ہونا نسبت کے لحاظ سے یہ ایک بڑا مبارک قدم ہے اور انہوں نے دنیا کی اقتصادی توقعات کے مطابق جماعتی مالی قربانیوں میں بھی ویسا ہی نمونہ دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ پاکستان کے موازنے میں صرف اتنا بتانا کافی ہے لمبی فہرستیں پڑھنے کا وقت تو نہیں ہے کہ الحمدللہ ربوہ کو گزشتہ سالوں میں ہمیشہ اول آنے کی توفیق ملتی رہی ہے اس دفعہ بھی اول آیا ہے اور نمبر دو جہاں تک بالغان کی قربانی کا تعلق ہے دفتر

بالغان الگ ہے دفتر اطفال الگ ہے۔ ربوہ نمبر ایک ہے، کراچی نمبر دو ہے اور لاہور نمبر تین ہے۔

جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے اسلام آباد پھر سیالکوٹ پھر راولپنڈی پھر فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات، شیخوپورہ، سرگودھا، عمر کوٹ، کوئٹہ یہ دس اضلاع ہیں جن کو اسی ترتیب سے خدا تعالیٰ نے زیادہ خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ جہاں تک اطفال کا تعلق ہے وہاں بھی ربوہ نمبر ایک ہے اور کراچی کی بجائے لاہور نے دوسری پوزشن سنبھال لی ہے۔ چنانچہ ربوہ اول، لاہور دوم اور کراچی سوم ہے۔ جہاں تک اضلاع کا تعلق ہے گوجرانوالہ بہت پیچھے رہ جانے والی جماعتوں میں سے تھا جو آگے بڑھ کر اس میدان میں اول آگیا ہے اور راولپنڈی اس کے بعد، پھر سیالکوٹ، پھر شیخوپورہ، پھر فیصل آباد، اسلام آباد، اوکاڑہ، سرگودھا، نارووال اور آخر پر میر پور خاص۔ یہ ہے خلاصہ اس سال کی مالی قربانیوں کا اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اسی ذوق وشوق کے ساتھ آپ وقف جدید کے میدان میں ہر پہلو سے پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔

جماعتوں کو میں پھر دوبارہ یاددہانی کرواتا ہوں کہ نومبائعین کو ضرور شامل کریں خواہ معمولی رقم لے کر بھی ان کو شامل کریں۔ ایک دفعہ جس کو خدا کی راہ میں محبت سے کچھ پیش کرنے کی توفیق مل جائے پھر وہ چسکا پڑ جاتا ہے پھر وہ زندگی بھر اس کا وہ چسکا اترتا نہیں ہے۔ اس لئے بڑے بڑے بھاری بھاری چندے وصول نہ کریں شروع میں جتنی توفیق ہے اتنا وصول کریں تا کہ وہ جو محبت کا مضمون ہے وہ قائم رہے چٹی کا مضمون نہ آجائے۔ ایک دفعہ آپ نے نئے آنے والوں پر توفیق سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا اور اصرار کیا کہ تم سولہواں حصہ ضرور دو اور فلاں میں اتنا دو اور فلاں چندے میں اتنا دو تو بعید نہیں کہ وہ چونکہ کمزور ہیں ان کی کمریں ٹوٹ جائیں اور ایمان میں بڑھنے کی بجائے وہ پہلے مقام سے بھی نیچے گر جائیں اس لئے حکمت کے تقاضے پورے کریں۔ خدا نے جو انفاق فی سبیل اللہ کی روح بیان فرمائی ہے کہ وہ تعلق باللہ ہونی چاہئے اور انسان اپنے شوق سے محبت کے طور پر پیش کرے اس رو سے جتنا کوئی توفیق پاتا ہے اس توفیق کو مدنظر رکھ کر اس سے لیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ کی توفیق تو ہر ایک رکھتا ہے اگر ایک معمولی رقم بھی وہ دے دے، خوشی سے دیدے تو وہ بھی قبول کرلیں اور تعداد بڑھانے کی کوشش کریں۔

تعداد تو جماعت میں مالوں کی بھی بڑھ رہی ہے اور انفس کی بھی بڑھ رہی ہے اس کے علاوہ ایک نظام ہے کہ جہاں تعداد کم بھی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ موت کے ذریعے خدا کا قطعی اٹل نظام چلتا ہے کہ نیک ہوں یا بد ہوں سب نے بالآخر خدا کے حضور واپس جانا ہے۔ جو ترقی کرنے والی قومیں ہیں ان کے زندوں کی تعداد مرنے والوں کے مقابل پر بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ جو زندہ رہنے والی قومیں ہیں ان کے اندر صاحب ایمان اور پرخلوص اور تعلق باللہ رکھنے والوں کی تعداد ان کے مقابل پر بہت زیادہ بڑھتی ہے جو چھوڑ کر واپس خدا کے حضور حاضر ہو رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کا میں نے ذکر کیا تھا ان کے علاوہ بھی کچھ جنازے ہیں۔ مولوی امیر احمد صاحب درویش قادیان، سلمیٰ صدیقہ صاحبہ امیر صاحب اسلام آباد علیم الدین صاحب کی بیگم، چوہدری فضل الٰہی صاحب ربوہ، منور احمد صاحب لون، مکرمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ علی محمد صاحب۔ یہ ہمارے شیر محمد کی بھاوجہ تھیں۔ مکرم ملک ناصر احمد صاحب ہم زلف ملک اشفاق احمد صاحب، افسر حفاظت یا نائب افسر حفاظت، ان سات کے جنازے بھی ابھی نماز جمعہ اور عصر کے بعد پڑھے جائیں گے۔

مولوی صاحب کے متعلق بالکل مختصر تعارف میں کروا دیتا ہوں کہ آپ کی پیدائش 17 / دسمبر 1917ء کی ہے یعنی مجھ سے عمر میں گیارہ سال بڑے تھے اور اللہ کے فضل کے ساتھ بچپن ہی سے خدمت دین کے لئے وقف اور ہمہ تن خدمت دین خصوصاً علمی خدمت میں پیش پیش رہے۔ آپ کے دادا حضرت حکیم چراغ دین صاحبؓ اور والد حضرت منشی عبدالحق صاحبؓ دونوں صحابی تھے اور منشی صاحب کی اولاد سای خدا کے فضل سے دیندار، بہت نیک، خدمت کرنے والی اور ان کی اگلی نسلیں بھی آگے پھر اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا دست شفقت خصوصیت سے حضرت مولوی صاحب پر ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس سے کچھ حسد نہیں تو رشک محسوس کیا کرتے تھے مگر دیکھنے والوں کو حسد لگا کرتا تھا۔ اس حد تک مولوی صاحب سے حضرت مصلح موعودؓ شفقت فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے علماء کو بھی تکلیف ہوتی تھی کہ اس میں کون سی زیادہ باتیں آگئیں ہیں جو اتنا لاڈلا ہے اور بڑی بات یہ تھی کہ خدمت دین میں خصوصیت سے علمی خدمت میں مولوی صاحب کو ایک بڑے لمبے عرصے تک توفیق ملی ہے کہ مصلح موعودؓ کی مدد کریں اور اس کا اظہار مختلف

رنگ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بھی فرمایا کہ قادیان میں 1943ء ہی میں جو تعلیمی کمیٹی انجمن کی قائم فرمائی جس کے صدر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تھے، اس میں مولوی صاحب کو بھی اپنی کم عمری کے باوجود اس زمانے کے لحاظ سے اس کا ممبر بنایا اور باقی ممبر جو تھے ان کا اندازہ کریں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے علاوہ ملک غلام فرید صاحب، مولانا شمس صاحب، ملک سیف الرحمان صاحب وغیرہ یہ اس کے ممبران تھے۔ پھر ایک موقع پر آپ کو ناظر انخلاء آبادی مقرر فرمایا گیا۔ جامعۃ المبشرین میں 1949ء میں آپ بطور مدرس مقرر ہوئے، اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جماعت میں جو عہدے ہیں ان کی کوئی خاص قیمت نہیں ہے۔ خدمت ہے بس۔ کسی وقت بھی کسی شخص کو کبھی ناظر بنا دیا جائے کبھی استاد بنا دیا جائے، مجال ہے جو کبھی ماتھے پر بل پڑیں کہ میں ناظر تھا اب میں استاد بنا دیا گیا ہوں۔ اسی طرح شوق اور ولولے سے ہنستے کھیلتے، مسکراتے ہوئے خدمت سرانجام دینے کی روح ہے جو جماعت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو وہاں میرے بھی استاد تھے۔ قرآن کریم کے لئے ہمارے مولوی نور الحق صاحب بھی استاد ہوا کرتے تھے اور بڑی شفقت کا تعلق تھا، بے تکلفی بھی تھی، بچے ان کو تعلیم میں چھیڑا بھی کرتے تھے اور یہ مسکرا کر کافی حوصلے کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ یہ عجیب قسم کے ہمارے تعلقات ہوتے تھے، ادب بھی ہوتا تھا، بے تکلفیاں بھی تھیں۔

وقف جدید کا قیام ہوا ہے تو آغاز ہی سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ بھی مجلس وقف جدید کے ممبر رہے اور ہم ہمیشہ مالی معاملات میں حضرت مولوی صاحب کو ضرور مقرر کیا کرتے تھے کیونکہ یہ یقین تھا کہ یہ مالی نگرانی میں بہت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اور یقین ہوتا تھا کہ کسی غلط خرچ کی اجازت ہی نہیں دیں گے، اس لئے امانتوں پر دستخط کے لئے مولوی صاحب کا نام ضروری تھا اور اکاؤنٹس کو دیکھنے کے بعد جب تسلی کر لیتے تھے کہ ہر چیز درست خرچ ہو رہی ہے تب دستخط کیا کرتے تھے۔ پھر اراکین افتاء میں بھی آپ رہے، دارالقضاء کے بورڈ میں بھی رہے اور قرآن پبلیکیشنز ناظم بک ڈپو، سیکرٹری نصرت پرنٹرز رہ کر اہم خدمات سرانجام دیں۔ اب میں جو قرآن کریم کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں اس میں بھی حسب سابق جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ بعض علماء سے خدمتیں لیا کرتے تھے میں نے ایک ترجمۃ القرآن کمیٹی بنائی ہے ربوہ میں جو میرے ترجمے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہیں کوئی گرائمر کی غلطی میری لاعلمی کی وجہ سے رہ گئی ہو یا کوئی ایسا نقطہ جو میری توجہ میں لانا ضروری ہو وہ بڑی محنت

سے اس پر غور کرتے ہیں تفصیل سے چھان بین کر کے اپنا مافی الضمیر میرے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کی بات سے اتفاق کروں یا نہ کروں۔ بسا اوقات کرتا ہوں بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اکثر تجویزیں رد کرنی پڑتی ہیں وہ سمجھتے ہیں تو بڑی خوشی سے پھر قبول کر لیتے ہیں کہ ہاں یہ بات درست ہے تو اس طرح ہم مل جل کر خدمت کر رہے ہیں۔ مولوی نورالحق صاحب کو بھی اس میں مقرر کیا گیا تھا اور اس میں انہوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر میٹنگ میں شامل ہوتے تھے اور بڑی گہری نظر سے مشورہ بھیجا کرتے تھے جب میں مشورہ رد بھی کر دیتا تھا تو خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے ہاں میں سمجھ گیا ہوں آپ کی بات درست میری غلط اور جب قبول کرتا تھا تو شاید اور بھی زیادہ خوش ہوتے ہوں مگر اچھے تعلقات رہے ہمیشہ ان سے اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے۔

وہ پود جو واقفین کی اس زمانے کی قادیان کی پود ہے وہ عجیب بے نظیر پود تھی۔ کچھ رہ گئے ہیں بہت سے رخصت ہو گئے۔ جو رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے پیار اور اپنی رضا کی چادر میں لپیٹ کر یہاں سے لے جائے اور جو چلے گئے ہیں ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ پس نماز جمعہ کے بعد نماز عصر ہو گی کیونکہ آج کل دن چھوٹے ہیں اور اس کے معاً بعد انشاء اللہ ان سب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔